شیعہ حدیثی فعّالیّت اور تقیہ: سمیع اللہ سعدی کے نظریے کا تنقیدی جائزہ

Shia Hadith Activity and Taqiyya: A Critical Review of Samiullah Saadi's Perspective

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Muhammad Furqan Gohar
Ph.D. Scholar. History of Islamic Civilization. Mustafa International University, Qum, Iran.
E-mail: m.furqan512@yahoo.com

Abstract:
The main issue of the research at hand is about the effect of *Taqiyya* on Shia hadith activities. *Samiullah Saadi*, in his comparative study of Shia and Sunni hadith collections, raised the objection regarding Shia hadith heritage that in the first three centuries of Islamic history, due to intense *Taqiyya*, Shia scholars could not advance hadith discussions in a proper academic manner. According to him, the Shias were in an era of *Taqiyya*, and the companions of the Imams could not openly propagate hadiths. Saadi inferred from a narration in *Al-Kafi*, *Taqiyya* was intense, so they concealed their books,' that during this period Shia hadith activities suffered interruptions, and through this, the impression was suggested that this documented heritage was lacking in firmness and maturity.
The present article takes a scholarly look at the author's objections and concludes, based on evidence, that in the pre-compilation period, the impact of *Taqiyya* on the Shia school's intellectual activities was very limited and temporary. The Ahl al-Bayt Imams (peace be upon them) played a fundamental role in keeping the Prophet's traditions alive and interpreting them correctly. The companions of the Imams were actively engaged in hadith activities and left a notable legacy. The

jurists among the companions of the Imams were also critics of that legacy. Moreover, the transmitted knowledge of *Rijal* is also clear evidence of Shia hadith activity.

Keywords: Hadith, Hadith compilation, Hadith activity, Shia Hadith heritage, *Taqiyya*, Imams of Ahl al-Bayt, Companions of the Imams, Hadith criticism, Transmitted, *Ilm ul-Rijal*.

خلاصہ

پیش نظر تحقیق کا بنیادی مسئلہ شیعہ حدیثی سر گرمیوں پر تقیہ کے اثر انداز ہونے کے متعلق ہے۔ سَمیعُ اللہ سعدی نے شیعہ اور اہلِ سنت کے ذخیرہ حدیث کے تقابلی مطالعہ میں شیعہ حدیثی میراث پر یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ اسلامی تاریخ کی ابتدائی تین صدیوں میں شدید تقیہ کے باعث شیعہ علماء، حدیثی مباحث کو باقاعدہ مدرّسی (اکیڈمک) انداز میں آگے نہیں بڑھا سکے۔ ان کے بقول شیعہ، تقیہ کے دور میں تھے اور ائمہؑ کے اصحاب، احادیث کو اعلانیہ نشر نہیں کر سکتے تھے۔ سعدی نے *الکافی* کی ایک روایت "کانت التقیۃ شدیدۃ فکتموا کتبہم" سے استدلال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مذکورہ دور میں شیعہ حدیثی سر گرمیاں تعطّل کا شکار رہیں اور اس ذریعہ یہ تأثر دینے کی کوشش کی گئی کہ یہ مکتوب میراث علمی، پختگی سے خالی ہے۔

زیرِ نظر مقالہ، مصنف کے ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ لیتا اور شواہد کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ دورِ ما قبلِ تدوین میں شیعہ مکتب کی علمی سر گرمیوں میں، تقیہ کا اثر انتہائی جزوی اور وقتی تھا۔ ائمہ اہل البیت علیہم السلام نے سنت رسول اللہؐ کو زندہ رکھنے اور اس کی درست تفسیر کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اصحاب ائمہ معصومینؑ برجستہ طور پر حدیثی سر گرمیوں میں متحرک رہے اور ایک قابل توجہ میراث چھوڑ گئے۔ فقہائے اصحاب ائمہ معصومینؑ ناقد میراث بھی رہے۔ مزید برآں، ماثور علم رجال بھی شیعہ حدیثی فعالیت پر واضح دلیل ہے۔

کلیدی کلمات: حدیث، تدوینِ حدیث، حدیثی فعالیت، شیعہ حدیثی ورثہ، تقیہ، ائمہ اہل البیتؑ، اصحاب ائمہؑ، نقدِ حدیث، ماثور، علم الرجال۔

1: مقدمہ

سَمیعُ اللہ سعدی نے اپنے سلسلہ وار مقالات میں، جو شیعہ اور اہلِ سنت کے حدیثی ورثے کے تقابلی مطالعے پر مشتمل ہیں، شیعہ حدیثی میراث کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا عمومی منہج یہ ہے کہ پہلے وہ اہلِ سنت کے حدیثی ورثے کی خصوصیات اور امتیازات کو نمایاں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، پھر شیعہ حدیثی ورثے کی خامیوں اور نقائص کو بڑھاچڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ گذشتہ مقالے[1] میں اُن کے اس دعوے کا جائزہ لیا گیا کہ اہلِ سنت کے ہاں اتباعِ تابعین کے دور تک 452 حدیثی مکتوبات تحریر ہو چکے تھے، متعدد دلائل و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا کہ یہ دعویٰ نہایت خوش بینانہ اور تاریخی شواہد سے عاری ہے اور باقاعدہ حدیثی مکتوبات کی تعداد اس مقدار سے بہت کم ہے۔

اس مقالے کے بعد جب جناب سعدی سے استفسار کیا گیا، تو انہوں نے اعتراف کیا کہ میرا اصل نظریہ شیعہ حدیثی میراث کے متعلق ہے اور اہل سنت کے متعلق میرا یہ دعویٰ کسی تحقیقی بنیاد پر نہیں ہے۔ اس لیے پیش کردہ مقالہ پر انہوں نے مزید کسی تبصرے سے معذرت کی اور کہا کہ ان کا نظریہ دراصل، میراث تشیع کے متعلق ہی ہے جس پر ابھی تک وہ قائم ہیں۔ جبکہ دلچسپ امر یہ ہے کہ سعدی نے اپنی تحریر میں متعدد مقامات پر اسی غیر تحقیقی دعوے کو دہرایا ہے۔ بلکہ ان کا دورہ تدوین سے قبل اہل سنت کے حدیثی ورثے کے متعلق نظریہ مکمل اسی مفروضے کی بنیاد پر ہی استوار ہے جو انہوں نے اعظمی کی تاریخ "تدوین السنہ النبویہ" نامی کتاب سے حاصل کیا ہے۔

بہرحال، سعدی، شیعہ کی حدیثی میراث کی نسبت دورہ تدوین سے قبل دو اہم اعتراضات اٹھاتے ہیں۔ ایک تقیہ کے متعلق، جبکہ دوسرا مکتوبات حدیثی کے متعلق ہے۔ ان کا تقیہ کے متعلق اعتراض بنیادی طور پر اس مفروضے پر قائم ہے کہ شیعہ کا ذخیرہ حدیث کمزور علمی روایت سے تشکیل پایا ہے۔ یوں اس میں مدرسی اور فنی طور پر وہ جان نہیں ہے، جو اہل سنت کے ذخیرہ حدیثی میں پائی جاتی ہے۔

راقم السطور نے گذشتہ مقالہ میں اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ حدیثی ورثہ کی تشکیل کے وقت تقریباً پہلے سو سال تک مدرسی طرز پر حدیث کو باقاعدہ علم کے طور پر پڑھنے اور پڑھانے کا رواج بشدت کم تھا۔ احادیث لکھنے کے حوالے سے تو اہل سنت کی مقبول شخصیات جیسے خلیفہ اول و دوم، زید بن ثابت اور ابن مسعود وغیرہ میں منفی رجحانات بکثرت موجود تھے۔ اس کے برعکس، ائمہ اہل بیت (ع) میں اس قسم کے رجحانات کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ تھا؛ بلکہ وہ ابتدا ہی سے حدیث لکھنے پر زور دیا کرتے تھے۔ خود امام علیؑ کے مکتوبات اور عہد نامے اور الجامعہ نامی کتاب (جسے کتاب علیؑ بھی کہا جاتا ہے) جو احادیث رسول اللہؐ پر مشتمل تھی، اس بات کی واضح دلیل ہیں۔[2]
اہل سنت اور شیعہ دونوں مآخذ میں کوئی ایک حدیث بھی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ حضرت علی علیہ

السلام نے کتابت علم یا کتابت حدیث کی نسبت منفی رویہ ظاہر کیا ہو۔ اس کے علاوہ، ان کے شاگرد بھی احادیث لکھا کرتے تھے اور ان کے سامنے مکتوبات تشکیل پا رہے تھے۔ تاہم مکتوب میراث اس مقالے کا موضوع نہیں ہے۔ اس بابت تفصیلی شواہد اگلے حصے میں شامل کیے جائیں گے۔

مکتوبات کے علاوہ، شفاہی تعلیم و تعلم کا سلسلہ بھی پوری اسلامی دنیا میں دراصل علم فقہ اور قضاوت سے مربوط تھا، یعنی مناسک و احکام اور فیصلے جن کے لیے قرآن و سنت کو ایک بنیادی منبع کے طور پر پڑھایا جا رہا تھا۔ اس لیے مدینہ میں صحابہ کے بعد فقہائے سبعہ کا زمانہ آیا جو خود حدیث کی کتابت کی نسبت سے فعال نہیں تھے، بلکہ احکام و فتاوا میں مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے جہاں مدینہ میں فقہائے سبعہ کی اصطلاح رائج ہے، یہی زیادہ تر حدیث میں بھی کردار ادا کر رہے تھے۔ لہٰذا مدرسی سطح کی حدیثی فعالیت کا وجود اہل سنت میں بھی عصر تشکیل میراث یعنی پہلی صدی اور دوسری آدھی صدی ہجری تک دکھائی نہیں دیتا۔ باقاعدہ عصر محدثین بعد کی پیداوار ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق کا بغور جائزہ لینے سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ مدرسی حدیثی سرگرمی سے مراد، حدیث کے متعلق وہ منظّم تدریسی اور تعلیمی عمل ہے جس میں روایت حدیث کو موضوعیت حاصل ہو؛ یعنی کتابت حدیث اور سماع و قراءت حدیث کے حلقات ایک باقاعدہ علمی نظم کے تحت انجام پاتے ہوں۔

پیش نظر مقالہ سعدی کی جانب سے شیعہ حدیثی سرگرمیوں پر اٹھائے گئے اس نکتے کا جائزہ لیتا ہے کہ تقیہ کس حد تک امامیہ کی حدیثی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوا ہے۔ اس تحریر کا مقصد سعدی کے شواہد کا تنقیدی جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ شیعہ میراث میں تقیہ کے کردار کا جائزہ لینا ہے تاکہ اس حوالے سے تاریخی واقعیت کا درست انکشاف کیا جاسکے۔

2: تحقیقاتی پس منظر

یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ طاہرینؑ کے حضور کے دوران، "تقیہ کے تناظر میں حدیثی سرگرمیوں" کے موضوع پر بہت کم بحث کی گئی ہے۔ تاہم ائمہ معصومینؑ کے زمانے میں شیعہ حدیثی سرگرمیوں کے متعلق بہت ساری تحقیقات، مقالات اور کتب کی شکل میں سامنے آ چکی ہیں۔ ان کتب میں ایک کتاب، مدرسی طباطبائی کی کتاب "میراث مکتوب شیعه از سه قرن نخستین" ہے۔ یہ کتاب جو دراصل انگلش میں چھپی اور اس کا فارسی ترجمہ رسول جعفریان اور ان کے معاونین کے توسط سے انجام پایا۔ یہ ائمہ معصومینؑ اور ان کے برجستہ اصحاب کی علمی مکتوب سرگرمیوں کی سرگذشت پر ایک انتہائی مفصل اور جامع تحقیق ہے۔ اسے ایک لحاظ سے مصطفیٰ اعظمی کی اہل سنت کے حدیثی ذخیرہ کے متعلق کی گئی کاوش (دراسات فی السنة النبویه و تاریخ تدوینها) کے مشابہہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس میں محقق کا تتبع اور جانچ پڑتال، حوالہ جات کی کثرت اور وسعت، شواہد کا بے طرفی سے جائزہ اور تین صدیوں پر محیط شیعہ کی علمی کاوشوں کا احاطہ اسے مشابہہ کاوشوں سے ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔

مدرسی طباطبائی ہی کی ایک اور کتاب امام جعفر صادق علیہ السلام اور ان کی مکتوب فقہی میراث کا احاطہ کرتی ہے۔ اس تحقیق میں آپ کے شاگردوں اور فقہی نظریات کا احاطہ کیا گیا ہے۔[3]

اس کے علاوہ مہدی مہریزی نے بھی مکتوبات حدیثی اصحاب ائمہؑ کے عنوان سے اس حوالے سے قابل قدر مطالعات انجام دیے ہیں۔ خاکسار نے اصحاب ائمہ معصومینؑ کی نقادانہ فعالیت حدیث کے 100 سالہ دور کا تجزیہ کیا ہے جو اصحاب امام صادق علیہ السلام سے آغاز ہوتا ہے اور اصحاب امام ہادی علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ 150 ہجری سے 250 ہجری تک کا زمانہ ہے۔ اس مقالے میں ہشام بن حکم، یونس بن عبدالرحمان اور فضل بن شاذان اور حسن بن علی بن فضال جیسے فقہائے اصحاب ائمہ معصومینؑ کا جائزہ لیا گیا ہے جن کے فکری کلامی زاویے نے انہیں حدیث کا تنقیدی جائزہ لینے پر اکسایا۔ مذکورہ تحقیق اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس دورانیے میں اصحاب ائمہ معصومینؑ نے حدیث کی سند اور متن، دونوں کا تنقیدی جائزہ لینے میں فعال کردار ادا کیا۔[4]

3: شفاہی حدیثی سرگرمیوں پر اعتراض کی وضاحت

سَمیعُ اللہ سعدی کا موقف ہے کہ شیعہ علمی حلقوں میں ابتدائی تین صدیوں کے دوران حدیثی درس وتدریس کا منظّم سلسلہ رائج نہیں تھا جس کی بنیادی وجہ تقیہ تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: "شیعہ کے ہاں اہلِ سنت کی طرح وسیع پیمانے پر درسی مجالس رائج نہیں تھیں، کیونکہ وہ ان تین صدیوں میں تقیہ کی حالت میں تھے۔ یہ تین صدیاں تشیّع کے نزدیک دور تقیہ میں آتی ہیں۔ اور شیعہ علانیہ حدیث کی نشر واشاعت نہیں کر سکتے تھے۔" اپنے اس دعوے کے اثبات کے لیے وہ دو دلائل بطور سند پیش کرتے ہیں:

3-1: دلیلِ اوّل

مرحوم آیۃ اللہ سید ابو القاسم خوئی کا درج ذیل کلام:

"أن أصحاب الأئمةؑ و إن بذلوا غاية جهدهم و اهتمامهم في أمر الحديث و حفظه من الضياع و الاندراس حسبما أمرهم به الأئمةؑ، إلا أنهم عاشوا في دور التقية، و لم يتمكنوا من نشر الأحاديث علنا"[5] ترجمہ: "ائمہؑ کے اصحاب نے اگرچہ حدیث کے امر میں، اسے ضائع ہونے اور مٹ جانے سے محفوظ رکھنے کے لیے، ائمہؑ کی ہدایات کے مطابق اپنی پوری کوشش اور توجہ صرف کی، لیکن وہ تقیہ کے دور میں زندگی گزار رہے تھے، اور وہ احادیث کو اعلانیہ نشر کرنے کے قابل نہ تھے۔"

3-2: دلیلِ دوم

امام محمد تقی الجواد علیہ السلام سے منقول ایک روایت ہے جس کا متن یوں ہے:

"قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ الثَّانِيَ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ مَشَايِخَنَا رَوَوْا عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِؑ وَ كَانَتِ

التَّقِيَّةُ شَدِيدَةً فَكَتَمُوا كُتُبَهُمْ وَ لَمْ تُرْوَ عَنْهُمْ فَلَمَّا مَاتُوا صَارَتِ الْكُتُبُ إِلَيْنَا فَقَالَ حَدِّثُوا بِهَا فَإِنَّهَا حَقٌّ"[6] ترجمہ: "میں نے امام ابو جعفر ثانیؑ (امام جوادؑ) سے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! ہمارے مشائخ نے امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایات نقل کیں، اور چونکہ تقیہ بہت شدید تھا، اس لیے انہوں نے اپنی کتابوں کو چھپا لیا اور ان سے (سماعی طور پر) روایت نہیں کی گئی۔ جب وہ وفات پا گئے تو وہ کتابیں ہم تک پہنچ گئیں۔ تو امامؑ نے فرمایا: ان سے روایت کرو، کیونکہ وہ حق ہیں۔"

سَمیعُ اللہ سعدی مذکورہ بالا شواہد سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شیعہ نے تقیہ کے بسبب حدیثی میدان میں کوئی خاص سرگرمی انجام نہیں دی، جس کے نتیجہ میں، پہلی تین صدیوں کے دوران شیعہ حدیثی میراث تدریس، تعلیم اور حدیثی مجالس سے محروم رہی؛ سعدی کے الفاظ یہ ہیں:

لہٰذا دورِ تدوین سے قبل، اہل تشیع کا حدیثی ذخیرہ اہل سنت کے حدیثی ذخیرے کی طرح کھلم کھلا تدریس، تعلیم، مجالس حدیث اور درسگاہوں کی بھٹی سے نہیں گزرا۔[7]

اس کے بعد وہ مکتوب فعالیت کا سرسری سا جائزہ لے کر نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں "کافی"، "تہذیب"، "استبصار" اور "من لا یحضرہ الفقیہ" جیسے بڑے مجموعے وجود میں آگئے جن میں چالیس ہزار کے لگ بھگ احادیث تھیں؟[8] خاکسار کے خیال میں درحقیقت ان کی اس مقدمہ چینی کا اصل مقصد یہی نتیجہ لینا تھا کہ شیعہ حدیثی ورثے کی اصالت اور وثاقت کو مشکوک قرار دیا جائے اور اسے اہل سنت کے حدیثی ورثے کے مقابلے میں کمزور ظاہر کیا جائے۔

4: مذکورہ دلائل کا تنقیدی جائزہ

سعدی کے دعویٰ کی منطقی شکل کچھ یوں ہے:

مقدمہ اول: عصر قبل از تدوین میں تقیہ شدید تھا۔

مقدمہ دوم: شدید تقیہ حدیثی مجالس کے قیام میں مانع تھا۔

نتیجہ: للذا شیعہ حدیثی ذخیرہ اہل سنت کی طرح تدریسی و حدیثی مراحل سے نہیں گزرا (اور قابل اعتبار نہیں ہے)۔

سب سے پہلے تو اس نکتے کی طرف توجہ ضروری ہے کہ سمیع اللہ سعدی، منہجی طور پر ایک بنیادی غلطی کا شکار ہے کہ اس نے تاریخی حقائق کو متعلقہ شواہد کی روشنی میں سمجھنے کے بجائے صرف ایک آدھ قول یا روایت کی بنیاد پر بہت بڑا دعویٰ کر دیا ہے۔ جبکہ علمی اسلوب کا تقاضا یہ تھا کہ وہ واقعی اتنے بڑے دعوے کی دلیل بھی اسی کے تناسب سے دیتے جبکہ ایسا نہیں کیا گیا۔ ایک ایسے دعویٰ کے اثبات کی خاطر تو انہیں چاہیے تھا وہ مطالعہ کرتے کہ شیعہ میں ائمہ معصومینؑ کے اصحاب کتنے تھے اور وہ کیا کچھ سرگرمیاں انجام دے رہے تھے۔ نیز پہلی تین صدیوں

میں شیعہ کی حدیثی فعالیت کو رجال و حدیث کی کتب سے باقاعدہ استخراج کرتے اور پھر اگر انہیں ان سرگرمیوں میں کمی، کاستی نظر آتی تو وہ اس پر سوال اٹھاتے۔ تاہم انہوں نے آسان راستہ منتخب کیا اور تقیہ کے متعلق ایک آدھ قول نقل کرکے اور اس کی صرف اپنی من مانی تفسیر کرکے بزعم خویش مدعا کو مسند اثبات پر بٹھا دیا۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ وہ عصر رسول کے بعد سے عصر تدوین تک کے زمانے میں مختلف شیعہ حدیثی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے اور تب کوئی نتیجہ نکالتے۔
اس منہجی غلطی سے قطع نظر، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ سعدی کے دونوں دلائل متعدد جہات سے محلِّ اشکال ہیں:

4-1: دلائل اور مدعا میں عدم مطابقت

تقیہ کے متعلق سوال یہ ہے کہ کیا تقیہ صرف پہلی تین صدیوں تک محدود تھا؟ کیا اس کے بعد شیعہ میں تقیہ نہیں تھا؟ تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معدود چند حکومتیں ہی شیعہ کے حق میں قائم ہوئیں، جبکہ اکثر ادوار میں شیعہ ایک اقلیت کے طور پر زندگی گزارتے رہے۔ پھر یہ تمام میراث جو آج تک وجود میں آئی، اس میں تقیہ کیوں مانع نہ بنا؟ پس اگر تقیہ بعد کے اَدوار میں شیعہ کی حدیثی میراث کی تدوین میں مانع نہیں بنا تو پہلی تین صدیوں میں بھی اسے مانع نہیں ہونا چاہیے۔
اس نکتے سے قطع نظر، جہاں تک امام جوادؑ کی روایت کا تعلق ہے تو یہ سعدی کے مدعا کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ یہ خود ضمنی طور پر اُن امور کو ثابت کر رہی ہے، جس کی سعدی نفی کرنا چاہ رہا ہے۔ چنانچہ اس روایت میں ہے کہ ہمارے مشائخ یعنی اصحاب ائمہؑ، امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ إِنَّ مَشَايِخَنَا رَوَوْا عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ یہ جملہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے زمانے میں مشائخ یعنی بزرگ شخصیات روایت نقل کر رہے تھے۔ جبکہ سعدی کا مدعا یہ ہے کہ تقیہ کی وجہ سے اس پورے عصر میں روایت حدیث کا امکان موجود نہ تھا۔ نہ صرف یہی، بلکہ وہ ان روایات کو تحریری شکل بھی دے رہے تھے۔ چنانچہ فَكَتَمُوا كُتُبَهُمْ یعنی انہوں نے اپنی کتابیں چھپالیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اِسی دوران حدیث کی کتابیں لکھ بھی رہے تھے۔ کیونکہ اگر انہوں نے یہ کتابیں لکھی نہ ہوتیں تو وہ ان کتابوں کو چھپاتے کیسے؟
پس یہی روایت بذاتِ خود ثابت کرتی ہے کہ مشائخ حدیث، امام باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایات لے رہے تھے۔ پھر ان روایات کو کتابی شکل بھی دے رہے تھے۔ کتابیں محفوظ تھیں۔ بعد والوں تک منتقل بھی ہوئیں۔ اگر یہ روایت سعدی کا مبنا ہو تو اس کے لیے یہ چیزیں قابل قبول ہونی چاہییں، جبکہ کتابت کے باب میں خود مصنف اس امر کے انکار کی کوشش کرتے ہیں۔

2-4: کلامِ سید خوئی کا سیاق اور اس کی صحیح تفہیم

مرحوم سید ابوالقاسم خوئی کے مذکورہ کلام کا بھی پہلا حصہ بڑا واضح ہے کہ اصحاب ائمہ معصومینؑ نے اپنی پوری توانائی خرچ کر کے حدیثی ورثہ کی حفاظت کا عہد نبھایا: "بذلوا غاية جهدهم" کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پوری جدوجہد کی، جتنا ان کے بس میں تھا، انہوں نے احادیث کی حفاظت کا بندوبست کیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے تمام تر وسائل بروئے کار لائے ہیں جن کے ذریعے حدیث کی حفاظت کا بندوبست ہو سکے اور اسے اگلی نسل تک پہنچانا مقدور ہو۔ پس یہ صدر کلام تو مکمل سعدی کے مدعا کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اصحاب ائمہ معصومینؑ حدیث کی تدوین نہیں کر رہے تھے یا ان کے لئے تقیہ کی وجہ سے حدیث کی تدوین بالکل مقدور ہی نہ تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ سید خوئی کا یہ کلام دراصل روایات کے تواتر یا قطعی الصدور ہونے کی تردید میں ہے، یعنی درحقیقت وہ اخباری طرز فکر کی تردید کر رہے تھے، چنانچہ مکمل عبارت یوں ہے:

أنهم عاشوا في دور التقية، و لم يتمكنوا من نشر الأحاديث علنا، فكيف بلغت هذه الأحاديث حد التواتر أو قريبا منه! و هذا ابن أبي عمير حبس أيام الرشيد، و طلب منه أن يدل على مواضع الشيعة و أصحاب موسى بن جعفر ع، و أن أخته دفنت كتبه عند ما كان في الحبس فهلكت، أو تركها في غرفته، فسال عليها المطر فهلكت[9]

یعنی: "ائمہؑ کے پیروکار، تقیہ کے دور میں زندگی گزار رہے تھے اور انہیں احادیث کو اعلانیہ نشر کرنے کا موقع حاصل نہ تھا، تو پھر یہ احادیث تواتر یا اس کے قریب درجے تک کیسے پہنچ گئیں؟ بطور مثال ابنِ ابی عُمیر ہی کو لیجیے کہ انہیں ہارون الرشید کے زمانے میں قید کیا گیا۔ ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ شیعوں اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کے اصحاب کے ٹھکانوں کی نشاندہی کرے۔ اسی دوران ان کی بہن نے ان کی کتابوں کو، جب وہ قید میں تھے، زمین میں دفن کر دیا، جس کے نتیجے میں وہ ضائع ہو گئیں۔ یا ایک روایت کے مطابق انہوں نے کتابیں اپنے کمرے میں چھوڑ دی تھیں، پھر بارش کا پانی ان پر پڑا اور وہ تلف ہو گئیں۔"

لہٰذا اس کلام کا تعلق بنیادی طور پر نقلِ حدیث کے طریقۂ کار کی وضاحت سے نہیں ہے کہ وہ کس طرح انجام پاتا تھا۔ بلکہ موانع سے ہے جو رکاوٹ بنتے تھے کہ یہ احادیث قطع و یقین کے درجے تک نہ پہنچیں۔ علاوہ ازیں، اگر سیاق سے صرفِ نظر بھی کیا جائے، تو یہ کلام صرف "اعلانیہ فعالیت (public activity) " کی نفی کرتا ہے، نہ کہ سرے سے حدیثی فعالیت کی۔ اور ظاہر ہے کہ اعلانیہ فعالیت کی نفی کا لازمہ، مطلق فعالیت کی نفی نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں مرحوم خوئی کے اس مدعا سے کہ اصحاب ائمہ معصومینؑ اعلانیہ احادیث نشر نہیں کر سکتے تھے،

سعدی نے یہ نتیجہ لیا کہ حدیثی سرگرمیاں موجود ہی نہیں تھیں۔ حالانکہ یہ نتیجہ گیری غلط ہے اور کسی معاملے میں اعلانیہ سرگرمی نہ ہونے سے منطقی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ بالکل کوئی سرگرمی ہوئی ہی نہیں ہے۔
اور تاریخی طور پر بھی کئی ایک زیرزمین تحریکیں، اور خفیہ علمی نیٹ ورکس، علم کی تاریخ میں موجود رہے ہیں۔ جیسے اخوان الصفا کی تحریک جو چوتھی صدی میں پنپنے والی خالصتاً علمی و فلسفی تحریک تھی۔ انہوں نے رسائل اخوان الصفا کی شکل میں اپنی میراث پیش کی۔[10] البتہ شیعہ امامیہ کی حدیثی سرگرمیاں ان سے کافی مختلف ہیں، چنانچہ آگے چل کر اشارہ کریں گے کہ شیعہ حدیث مشترکہ میراث ہے ان تمام اہل اسلام کی جو اہل بیت (ع) سے محبت کرتے تھے اور شیعہ اماموں کو رسول اللہؐ کے علم کا وارث سمجھ کر ان سے احادیث اخذ کرتے تھے۔ لہٰذا اس میراث میں تقیہ کا اثر محض خاص شخصیات، اور مخصوص حالات تک محدود تھا۔ معمولی صورتحال اس سے مختلف تھی۔

3-4: تدریسی حلقے

تحقیقی اور تاریخی نکتہ نظر سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پوری مسلم دنیا میں باقاعدہ تدریسی حلقے (تعلیمی مجالس) کب سے قائم ہوئے؟ ہمیں دورِ صحابہ میں وسیع پیمانے پر تدریسی حلقوں کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا، بلکہ صرف چند محدود حلقوں کی خبر ملتی ہے، جیسے: ابی بن کعب،[11] جابر بن عبداللہ انصاری،[12] ابوہریرہ[13] براء بن عازب انصاری[14] اور عبداللہ بن عباس۔[15] باقی صحابہ کے حلقے کہاں ہیں؟ مسند خلافت پر تشریف فرما خلیفہ اول، خلیفہ دوم اور سوم کسی کا حلقہ حدیث نہ تھا۔ زید بن ثابت کا کوئی حلقہ حدیث ذکر نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ، جو مکثرین حدیث میں سے ہیں، ان کے بھی باقاعدہ حدیثی حلقے نقل نہیں ہوئے۔ ہاں خاص موارد میں املاء حدیث کا تذکرہ ہے۔[16] اس کے علاوہ، جن صحابہ کے حدیثی حلقے نقل ہوئے ہیں، ان کے مستندات بھی قابل اتکا نہیں ہیں۔ چنانچہ چند محدود درسی حلقے قائم تھے، ان کا بھی قطعی طور پر حدیث سے مخصوص ہونا ثابت نہیں۔ بلکہ ان میں دیگر علوم بھی زیرِ بحث آتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عباس کے حلقۂ درس میں شعر، نسب اور مغازی جیسے موضوعات شامل تھے —یعنی حدیث کو چھوڑ کر دیگر علوم ہی زیر بحث تھے۔[17] اس کے باوجود علم الحدیث کی تاریخ لکھنے والوں نے ابن عباس کو حدیثی حلقے قائم کرنے والے صحابہ میں شمار کیا ہے۔
نتیجہ یہ کہ اگر تدریسی حلقوں کا نہ ہونا، حدیثی فعالیت کے نہ ہونے کی دلیل قرار دیا جائے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ خود صحابہؓ بھی حدیثی سرگرمیوں سے محروم تھے —جو ایک واضح طور پر باطل نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق فعالیت ہوتی رہی۔ حدیثی سرگرمیوں کی رسمی شکل جو دوسری صدی میں باقاعدہ علمی حلقوں کی شکل میں رائج ہوئی، یہ پہلی صدی سے انتہائی مختلف تھی۔ لہٰذا پہلی صدی ہجری میں احادیث کو سیاسی فیصلوں، تعزیتی خطوط، قضاوت، میراث کی تقسیم، حج کی تعلیم اور اس جیسے دیگر عملی میدانوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اعظمی کی کتاب کا جائزہ گذشتہ مقالے میں لیا جا چکا ہے اور اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اعظمی نے صحابہ و تابعین

کی حدیثی فعالیت کو مذکورہ سرگرمیوں کے ضمن میں ہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور الگ سے تدریسی حلقوں کے اثبات کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ یہ وہ دور نہیں ہے جہاں حدیث کو باقاعدہ ایک الگ علم کے طور پر پڑھایا اور سکھایا جا رہا ہو، بلکہ جس کے پاس سنت رسول ﷺ کا جو کچھ علم تھا، وہ زندگی کے مختلف گوشوں میں اسے بطور سند پیش کرتا تھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ سعدی نے اپنے مقالے میں کہیں بھی یہ زحمت گوارا نہیں کی کہ پہلی صدی ہجری میں یا دورہ تدوین سے قبل کی فعالیت کو از خود ثابت کرنے کی کوشش کریں، بلکہ یہاں وہ صرف اعظمی کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر، متعدد مقامات پر اسی کا سہارا لے کر اہل سنت کی حدیثی فعالیت کو ثابت کرتا رہا ہے۔ جبکہ ہم نے گذشتہ مقالہ میں اس کی حقیقت واضح کر دی ہے۔

4-4: حدیث کی صحت و وثاقت کا معیار

سعدی مدعی ہے کہ: "شیعہ ذخیرہ حدیث کھلم کھلا تدریس اور درسگاہوں کی بھٹی سے نہیں گزرا۔" سوال یہ ہے کہ اس سے کیا نتیجہ اخذ ہوتا ہے؟ اگر یہ کہ شیعہ احادیث اس لئے کمزور ہیں کیونکہ شیعوں کے ہاں حدیث پر اعلانیہ فعالیت موجود نہیں رہی؛ تو بالفرض اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ شیعوں کے ہاں آغاز میں اعلانیہ مجالس برپا نہ تھیں، تب بھی یہ امر صحتِ حدیث کے لیے شرط نہیں ہے۔ کیونکہ علمِ حدیث میں کسی بھی رجال شناس، ماہر درایہ الحدیث، ناقد یا محدث نے یہ نہیں کہا کہ روایت کے صحیح یا ضعیف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی عوامی مجلس یا جامع مسجد میں بیان کی گئی ہو۔ بلکہ اصول یہ ہے کہ سلسلہ اسناد میں ثقہ راوی کا ثقہ راوی سے نقل کرنا صحتِ حدیث کے لیے کافی ہے، خواہ یہ نقل کسی کھلی مجلس میں ہو یا کسی شخصی دکان یا نجی مقام پر انجام پائے۔ اور ہمیں اس بات کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بعض راوی دوکان پر بیٹھ کر (بطور مثال اسحاق بن عمار)[18] اور بعض اپنے ذاتی گھروں میں جبکہ ابان بن تغلب جیسے بعض اہل علم مسجد جامع میں بیٹھ کر فعالیت کرتے تھے۔

4-5: دلیل کا مدعا سے خاص ہونا

منطقی قاعدہ ہے کہ دلیل نہ مدعا سے عام ہو اور نہ ہی خاص، بلکہ اس کے مطابق ہو، جبکہ یہاں دلیل مدعا سے خاص ہے۔ مصنف کا مدعا یہ ہے کہ ابتدائی تین صدیوں میں شیعہ کے ہاں کوئی منظّم حدیثی درس و بحث موجود نہیں تھا، لیکن اس کے اثبات کے لیے جو روایت پیش کی گئی ہے، وہ دراصل امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے اصحاب کی کتابوں سے متعلق ہے۔ تاریخی طور پر یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ امام صادقؑ کے اکثر اصحاب دوسری صدی ہجری کے اواخر تک زندہ تھے۔ جیسا کہ رجال کشی میں امام صادقؑ کے درج ذیل چھ مخصوص اصحاب کو ثقہ فقہاء کے طور پر ذکر کیا گیا ہے:

1. جمیل بن دراج (وفات: 180ھ کے بعد)
2. عبداللہ بن مسکان (وفات: 178ھ کے بعد)
3. عبداللہ بن بکیر (حیات: 175ھ تک)
4. حماد بن عثمان (وفات: 190ھ کے بعد)
5. حماد بن عیسی (وفات: 208ھ کے بعد)
6. ابان بن عثمان (وفات: تقریباً 200ھ)[19]

یہ حضرات دوسری صدی کے اختتام تک زندہ تھے، جبکہ مذکورہ بالا روایت کا تعلق امام محمد تقی الجوادؑ سے ہے اور آن جناب کی امامت 203ھ سے 220ھ تک ہے۔ لہٰذا یہ روایت زمان بندی کے لحاظ سے تقریباً بیس پچیس سالہ مدت سے متعلق ہے، یعنی 180 یا 190 کے بعد سے 205 یا 210 تک۔ اس سے زیادہ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حدیث کی شفاہی سرگرمیوں میں ایک دو دہائیوں کا فاصلہ پیش آیا، اور چونکہ امامؑ کو معلوم تھا کہ ان اصحاب کی کتابیں محفوظ اور پرامن ہاتھوں میں تھیں، اس لیے انہوں نے ان کی روایت کی اجازت دے دی۔

دوسرے یہ کہ اس روایت میں ہرگز یہ دلالت نہیں کہ امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے بعد تمام اصحاب ائمہ معصومینؑ اسی کیفیت سے دوچار تھے۔ کیونکہ تقیہ کے حالات سب کے لیے یکساں نہیں ہوتے۔ بعض لوگ حکومت کی نظروں میں آ جاتے ہیں۔ اس لیے عین ممکن ہے اس سے مراد بعض ایسے مشائخ حدیث ہوں، جن کے متعلق تاریخی طور پر معلوم ہے کہ انہیں مخصوص مشکلات پیش آئیں، اور اس کے باعث ان کی روایات کی اسناد حذف کر دی گئیں اور یہ امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے مرسل روایات کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ مثال کے طور پر ابن ابی عمیر — جو امام موسی کاظمؑ اور امام علی رضاؑ کے اصحاب میں سے تھے — ہارون الرشید کے دور میں قید کیے گئے۔ ان کی بہن نے ان کی کتابوں کو مخفی کر دیا تھا،[20] اسی وجہ سے ان کی مرسل روایات کو بعض علماء نے دیگر کے مسانید کے برابر قرار دیا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے اس میں احمد بن ابی نصر بزنطی (متوفی 211ھ) اور صفوان بن یحییٰ (متوفی 210ھ) جیسے افراد بھی شامل ہوں، جن کے بارے میں شیخ طوسی نے اپنی اصولی کتاب میں تصریح کی ہے کہ ان کی مرسلات دوسروں کی مسانید کی طرح معتبر ہیں اور ان کے ساتھ تعارض کی صلاحیت رکھتی ہیں۔[21] عین ممکن ہے ہشام بن حکم بھی ان افراد میں شامل ہو جو امام صادقؑ اور امام موسی کاظمؑ کے اصحاب میں سے ہیں اور حکومت جن کا تعاقب کر رہی تھی، اگرچہ ان کی روایات کے حوالے سے مراسیل کی حجیت کا مذکورہ موقف علماء کی طرف سے سامنے نہیں آیا۔

یہ شواہد اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اس زمانے میں بعض اصحاب کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا، جس کے نتیجے

میں ایک محدود مدت کے لیے ان کی حدیثی سرگرمیاں تعطل کا شکار ہوئیں، اور اسی بنا پر ان کی مرسلات کو مسانید کے حکم میں قبول کیا گیا۔ للذا یہ مسئلہ پورے دورِ ماقبلِ تدوین سے متعلق نہیں، بلکہ ایک محدود دورانیے سے متعلق ہے، اور وہ بھی تمام اصحابِ ائمہؑ پر منطبق نہیں ہوتا، بلکہ صرف چند مخصوص افراد کے ساتھ خاص ہے۔ پس یہ روایت کس طرح اس بات کو ثابت کر سکتی ہے کہ شیعہ تین صدیوں تک حدیثی درس وتدریس کے کسی سلسلے سے محروم رہے؟

4-6: پہلی تین صدیوں میں شیعہ حدیثی سرگرمیوں کے مثبت تاریخی شواہد

سعدی کا دعویٰ اس کے چھان بین سے بہت بڑا ہے۔ چنانچہ اس نے اتنا بڑا دعویٰ کر کے محض ایک روایت سے استناد کیا ہے، دعویٰ یہ ہے کہ شیعہ نے پہلی تین صدیوں میں حدیثی سرگرمیاں انجام نہیں دیں۔ اس دعویٰ سے پہلے انہیں چاہیے تھا وہ مطالعہ کرتے کہ شیعہ میں اصحاب ائمہ معصومینؑ کتنے تھے، اور وہ کیا کچھ کر رہے تھے۔ شیعہ کے پہلی تین صدیوں میں حدیثی فعالیت کو رجال و حدیث کی کتب سے باقاعدہ استخراج کرتے اور پھر اگر انہیں ان سرگرمیوں میں کمی، کاستی نظر آتی تو وہ اس پر سوال اٹھاتے۔ تاہم انہوں نے آسان راستہ منتخب کیا اور ایک روایت ساتھ ایک آدھ نقل قول کر کے اس کو بھی صرف اپنی من مانی تفسیر کر کے مدعا کو بزعم خویش مسند پر بٹھا دیا۔ دراصل، کسی ایسی نتیجہ گیری کے لئے ہمیں یہاں عصر رسول کے بعد سے عصر تدوین تک کے زمانے میں مختلف شیعہ حدیثی سرگرمیوں کا جائزہ لینا ہوگا۔ ہمارے پاس اس امر پر وافر شواہد موجود ہیں کہ شیعہ مختلف طریقوں سے نقلِ حدیث اور جرح راویان حدیث میں سرگرم تھے۔

4-6-1: ائمہ اہل بیت (ع) بطور حاملین علم پیغمبر ﷺ

شیعہ امامیہ ائمہ معصومینؑ کو محض روایت کے ناقل یا راوی کے طور پر نہیں دیکھتے، بلکہ انہیں علم پیغمبر کا حقیقی حامل اور مفسر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ان کی میراث کا ایک حصہ نقل روایت ہے جو روائی شواہد کی بنیاد پر "الجامعہ" اور دیگر روایات کی شکل میں موجود تھا۔ جبکہ اس بھی زیادہ اہم حصہ وہ اقوال یا سیرت ہے جو خود ائمہ معصومینؑ نے اپنے طور چھوڑی ہے اور یہی سنت رسول کی حقیقی صورت ہے۔ چنانچہ امام علیؑ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے ہزار دروازے علم کے تعلیم دیے جن میں سے ہر دروازے سے ہزار باب کھلتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہؐ کا یہ کلام متفق علیہ ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ جو بھی رسول اللہؐ کا علم سیکھنا چاہے، اسے اسی دروازے سے آنا چاہیے۔

لہٰذا یہاں سعدی کا وہ ضمنی اعتراض بھی قابل جواب ہے جو یہ کہتا ہے کہ شیعہ حدیثی میراث فقط حکماً قول رسول ہے جبکہ صحابہ کا نقل شدہ کلام حقیقتاً قول رسول ہے۔ شیعہ کی مجموعی دانست میں حقیقت اقوال رسول وہ تعبیر ہے جو اسلام کے متعلق ائمہ اہل البیتؑ نے پیش کی، جس میں سب سے بنیادی اصول توحید کے متعلقہ معارف ہیں جس

میں تجسیم و تشبیہ سے منزہ ہونا امام علیؑ اور دیگر ائمہ معصومینؑ ہی کے بیانات کا مرہون منت ہے جس کا ایک عکس خطبات نہج البلاغہ میں ملتا ہے جبکہ اس کی دوسری تصویر، توحید صدوق اور توحید مفضل میں نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کے معارف کی درست نشاندہی (ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، تاویل و تنزیل)، سیاست کے اصول، جبر پسندی پر تنقید اور انسان کا اپنے افعال کے متعلق ذمہ داری کا تصور اور اس قسم کی تعلیمات شامل ہیں۔ یہ وہ بنیادی معارف ہیں جو ائمہ معصومینؑ نے بیان کیے ہیں۔ اسی طرح نماز و روزہ، حج، جہاد اور دیگر عملی احکام کی تفسیر بیان کی۔ یہی حقیقتِ اسلام ہے۔ جبکہ دوسری طرف جسے حقیقتاً قول رسول ﷺ قرار دیا جارہا ہے، اس میراث کے محاسن اپنی جگہ، تاہم اس میں انحرافی افکار مثلاً جبر پسندی کی پشت پناہی میں حکومتی مشینری کی جعلی احادیث، اہل اسلام کے مکتوب ورثے کا ناگزیر حصہ ہیں، جو رسول اللہؐ کے نام سے جعل کی گئیں۔[22] جبکہ رسول اللہؐ کو مختلف موقعوں پر پیش آنے والے واقعات کا نقل جو کہ دراصل، تاریخ کا حصہ ہیں، انہیں حقیقتِ اسلام قرار دینا، ایک سطحی اور سلفیت پسندانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔

2-6-4: ائمہ معصومینؑ بطور نقّادِ حدیث

نقد حدیث کا سلسلہ امام علیؑ سے چلا جو ائمہ اہل البیت علیہم السلام سے ہوتا ہوا فقہائے اصحاب ائمہ معصومینؑ تک پہنچا۔ چنانچہ امام علیؑ نے حدیث نقل کرنے والوں کی (جو آپ کے دور میں معمولاً صحابہ ہی تھے) علمی و فکری کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے۔ اس حوالے سے ایک اہم روایت الکافی میں اور اختصار کے ساتھ نہج البلاغہ میں بھی ہے، راوی نے امیر المؤمنین علیؑ کی خدمت میں عرض کیا:

> "میں نے سلمان، مقداد اور ابوذرؓ سے قرآنِ کریم کی تفسیر اور رسولِ خدا ﷺ کی بعض ایسی احادیث سنی ہیں جو لوگوں کے پاس رائج احادیث سے مختلف ہیں۔ پھر میں نے آپ سے بھی وہی باتیں سنیں جن سے ان حضرات کی روایات کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاس قرآن کی تفسیر اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، مگر آپ اور آپ کے اہلِ بیتؑ ان میں سے بہت سی باتوں کی مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان میں سے بہت کچھ باطل ہے۔ کیا آپ کی رائے میں لوگ جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اپنی آراء کے مطابق قرآن کی تفسیر کرتے ہیں؟"

راوی کہتے ہیں: امیر المؤمنینؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا": تم نے سوال کیا ہے تو جواب بھی اچھی طرح سمجھ لو۔ لوگوں کے پاس جو روایات اور معلومات موجود ہیں، ان میں حق بھی ہے اور باطل بھی؛ سچ بھی ہے اور جھوٹ بھی؛ ناسخ بھی ہے اور منسوخ بھی؛ عام بھی ہے اور خاص بھی؛ محکم بھی ہے اور متشابہ بھی؛ صحیح حافظے سے نقل شدہ باتیں بھی ہیں اور وہم و خطا پر مبنی روایات بھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ

مبارکہ ہی میں آپ پر جھوٹ بولا جانے لگا تھا، یہاں تک کہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا': اے لوگو! میرے نام پر جھوٹ گھڑنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ پس جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کی، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔' پھر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ پر جھوٹ باندھا جاتا رہا۔ اور تم تک جو احادیث پہنچتی ہیں، وہ چار قسم کے افراد کے ذریعے پہنچتی ہیں، ان کے علاوہ کوئی پانچواں ذریعہ نہیں:

پہلی قسم: مکار منافق

کچھ منافق لوگ ہیں؛ ایمان کا اظہار کرتے ہیں، اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں، مگر نہ گناہ سے پرہیز کرتے ہیں اور نہ اس بات میں کوئی باک محسوس کرتے ہیں کہ جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھیں۔ اگر لوگ جان لیتے کہ وہ منافق اور جھوٹا ہے تو نہ اس سے روایت قبول کرتے اور نہ اس کی تصدیق کرتے؛ لیکن وہ کہتے ہیں': یہ تو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہے، آپ کو دیکھا ہے، آپ سے سنا ہے۔ پس وہ اس سے روایات لے لیتے ہیں، حالانکہ اس کے باطن اور حقیقتِ حال سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہے، پھر جھوٹ، بہتان اور فریب کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کی طرف دعوت دینے والے حکمرانوں کا تقرب حاصل کیا۔ ان حکمرانوں نے انہیں مناصب عطا کیے، لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا، اور انہوں نے انہی ذرائع سے دنیا کمانی شروع کر دی۔

دوسری قسم: خطاکار راوی

کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنی، لیکن اسے صحیح طور پر محفوظ نہ رکھ سکے اور فہم یا نقل میں خطا کر بیٹھے۔ ایسے آدمی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے، مگر غلطی کر جاتے ہیں۔

تیسری قسم: ناسخ و منسوخ سے ناواقف راوی

کچھ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حکم سنا جو بعد میں نسخ ہو گیا، مگر انہیں اس نسخ کا علم نہ ہو سکا۔ یا پہلے ممانعت سنی، پھر بعد میں اس کی اجازت دی گئی، لیکن وہ اس تبدیلی سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اس نے صرف منسوخ حکم محفوظ رکھا اور ناسخ حکم اس کے علم میں نہ آیا۔

چوتھی قسم: امانت دار اور فقیہ راوی

اور چوتھا شخص وہ ہے جو نہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے، نہ جھوٹ کو پسند کرتا ہے۔ اس نے جو کچھ سنا، اسے فراموش نہیں کیا، بلکہ بعینہٖ محفوظ رکھا۔ پھر اسی طرح بیان کیا جیسے سنا تھا؛ نہ اس میں کوئی اضافہ کیا اور نہ کوئی کمی۔ اس نے ناسخ کو بھی پہچانا اور منسوخ کو بھی؛ لہٰذا ناسخ پر عمل کیا اور منسوخ کو ترک کر دیا۔ کیونکہ رسول

اللہ ﷺ کے فرامین بھی قرآن ہی کی مانند ہیں: ان میں ناسخ و منسوخ، عام و خاص اور محکم و متشابہ پایا جاتا ہے۔ پھر امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ یکساں درجے کے نہ تھے۔[23]

احادیث کے متعلق امام علیؑ کے اس رویّے کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ کسی صحابی نے اس صراحت کے ساتھ پہلی نسل کے ناقلین روایت کے متعلق تبصرہ نہیں فرمایا۔ اس لیے امامیہ کی اپنی روایات بھی جزوی طور پر ہی سہی، نقد کی بھٹی سے گزری ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس متعدد شواہد ہیں جن میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے اصحاب کی کتب کے متعلق نقادانہ رویوں کی گواہی ملتی ہے۔ لہٰذا نتیجہ کے اعتبار سے سعدی نے جس ایک روایت کو پیش کیا ہے، اس سے متعارض احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ امام رضا (ع) نے فرمایا کہ اصحاب امام باقرؑ اور اصحاب امام صادقؑ کی بعض کتب میں مغیرہ بن سعید اور ابو الخطاب نے دستکاری کی ہے اور بعض غالیانہ روایات شامل کی ہیں۔ لہٰذا امام رضا(ع) نے ان کے متعلق کانٹ چھانٹ اور تنقیدی رویہ اپنایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے ائمہ معصومینؑ فعال حدیثی سرگرمیاں انجام دے رہے تھے۔ اور نہ صرف یہی، بلکہ وہ اپنے اصحاب کو بھی تشویق کر رہے تھے کہ ان سرگرمیوں کا حصہ بنیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے یونس بن عبدالرحمان متوفی 208 جیسے اصحاب نے ان کتب کے حوالے سے تنقیدی رویہ اپنایا۔ اس سے قبل ہشام بن حکم بھی اسی رویّے کا حامل تھا۔ یہ وہی زمانہ ہے جسے مذکورہ حدیث میں زمانہ تقیہ قرار دیا گیا ہے۔ سنہ 150ہجری سے 250 تک کے دوران، شیعہ علم الحدیث میں نقادانہ سرگرمیوں کے حوالے سے راقم السطور نے مفصل مقالہ تحریر کیا ہے، جس میں حدیث کے راوی اور متن، دونوں کے تنقیدی جائزہ کے دونوں میدانوں میں اصحاب ائمہ معصومینؑ کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ لہٰذا یہاں تکرار کے بجائے اسی مقالہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔[24]

3-6-4: ماثور رجالی روایات

حدیثی سرگرمیوں کے وجود پر ایک اور دلیل آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے ماثور وہ روایات ہیں جو رجالی مباحث پر مشتمل ہیں۔ یعنی اہل البیت (ع) سے منقول روایات کی شکل میں راویانِ حدیث کی جرح و تعدیل (یعنی راویوں کے ناقابل اعتماد یا قابل اعتماد ہونے پر جرح و بحث) کا باقاعدہ اہتمام موجود تھا۔ کیونکہ رجال کشی میں اہلِ بیتؑ سے جرح و تعدیل کے حوالے سے سینکڑوں روایات منقول ہیں؛ جو اس بات کی دلیل ہیں کہ خود اہلِ بیتؑ نے راویوں کے بارے میں رائے قائم کی ہے اور راوی کے متعلق تنقیدی اصولوں کو کسی نہ کسی صورت میں بیان فرمایا ہے؛ اگرچہ ان میں اصطلاحی الفاظ (جرح و تعدیل) استعمال نہیں ہوئے، بلکہ وہ اپنے زمانے کے اسلوب کے مطابق تھے۔ تاہم غور طلب بات یہ ہے کہ اگر تقیہ کی وجہ سے حدیثی سرگرمیاں متوقف تھیں تو راوی کے متعلق سوال کرنے یا انہیں مقام دینے یا رتبہ سے گرانے کا معنی کیا ہے؟ کیوں بعض کو اہمیت دی جا رہی تھی جبکہ بعض کے متعلق مذمتی بیانات موجود تھے۔ ماثور علم رجال جہاں خود ایک قسم کی حدیثی فعالیت ہے کیونکہ راوی کے متعلق بحث علم رجال

میں ہوتی ہے جوعلوم حدیث ہی کی ایک شاخ ہے، وہاں یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ یہ راوی حدیثی و فقہی سرگرمیوں میں مصروف تھے اور معصومین ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔
ماثور علم رجال کا ایک بنیادی ماخذ رجالِ کشی ہے۔ اس کا اصل موضوع ائمۂ معصومینؑ کے ادوار میں زندگی گزارنے والے راویانِ حدیث کے حالات، علمی مقام اور مذہبی حیثیت کا بیان ہے۔ کتاب "اختيار معرفة الرجال"، جو عام طور پر "رجالِ کشی "کے نام سے معروف ہے، شیعہ علمِ رجال کے قدیم ترین اور بنیادی مصادر میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے مؤلف ابو عمرو محمد بن عمر کشی (متوفی چوتھی صدی ہجری) ہیں، جنہیں شیعہ علمِ رجال کے اولین اور ممتاز علماء میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا اصل نام "معرفة الناقلين عن الأئمة الصادقين عليهم السلام" تھا، یعنی "ائمۂ صادقینؑ (ائمۂ اہلِ بیتؑ) سے روایت نقل کرنے والوں کی معرفت"۔ بعد میں شیخ ابو جعفر طوسی (متوفی 460ھ) نے اس کتاب کو اختصار اور تلخیص کیا، بعض تکراری اور اضافی مطالب کو حذف کیا، اور سنہ 456 ہجری میں اسے اپنے شاگردوں کے لیے املاء کروایا۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "اختيار معرفة الرجال" رکھا گیا، یعنی رجالی روایات کا منتخب و مہذب مجموعہ۔ یہ کتاب دراصل راویانِ حدیث کے حالات، ان کی علمی و اعتقادی حیثیت، اور ائمۂ اہلِ بیتؑ کی جانب سے ان کے بارے میں وارد ہونے والی مدح، قدح، توثیق اور تضعیف پر مشتمل روایات کا ایک نہایت اہم ذخیرہ ہے۔ موجودہ صورت میں اس کتاب میں 1151 روایات شامل ہیں، جو شیعہ علمِ رجال، تاریخِ تشیع اور حدیثی میراث کے مطالعے کے لیے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔[25]

4-6-4: اصحاب ائمہ معصومینؑ کی طرف سے حدیثی محافل کا انعقاد

اصحاب ائمہ معصومینؑ کی طرف سے محافل حدیث کے انعقاد پر متعدد شواہد پائے جاتے ہیں؛ چنانچہ عبداللہ بن سنان روایت کرتے ہیں: "قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع يَجِيئُنِي الْقَوْمُ فَيَسْتَمِعُونَ مِنِّي حَدِيثَكُمْ فَأَضْجَرُ وَ لَا أَقْوَى قَالَ فَاقْرَأْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَوَّلِهِ حَدِيثاً وَ مِنْ وَسَطِهِ حَدِيثاً وَ مِنْ آخِرِهِ حَدِيثاً۔"[26] ترجمہ: "میں نے امام ابو عبداللہؑ (امام صادقؑ) سے عرض کیا: لوگ میرے پاس آتے ہیں اور آپ کی احادیث مجھ سے سنتے ہیں، مگر میں تھک جاتا ہوں اور پوری کتاب پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ امامؑ نے فرمایا: اس کے آغاز سے ایک حدیث، درمیان سے ایک حدیث، اور آخر سے ایک حدیث پڑھ کر سنا دو—یہی کافی ہے۔"
یہ روایت واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اصحابِ ائمہؑ کے ہاں سماعِ حدیث کی مجالس قائم تھیں، جہاں لوگ آکر احادیث سنتے تھے۔ اسی طرح جمیل بن دراج—جو رجال کشی کے مطابق امام صادقؑ کے دور کے ممتاز ترین فقہاء میں شمار ہوتے ہیں[27]—مجلسِ زرارۃ بن اعین کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "مَا رَأَيْتُ رَجُلًا مِثْلَ زُرَارَةَ بْنِ أَعْيَنَ، إِنَّا كُنَّا نَخْتَلِفُ إِلَيْهِ فَمَا نَكُونُ حَوْلَهُ إِلَّا بِمَنْزِلَةِ الصِّبْيَانِ فِي الْكُتَّابِ

حَوْلَ الْمُعَلِّمِ"[28] "میں نے زرارہ بن اعین جیسی کوئی (علمی) شخصیت نہیں دیکھی؛ ہم ان کے پاس آتے تھے اور ان کے گرد اس طرح بیٹھتے تھے جیسے مکتب کے بچے اپنے استاد کے گرد جمع ہوتے ہیں۔" یہ روایت ایک نہایت شاندار اور منظّم علمی مجلس کی تصویر پیش کرتی ہے، جو زرارہ بن اعین کے ہاں قائم تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ زرارہ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو احادیث کی ترویج سے متعلق ہے، چنانچہ انہیں شیعہ کی میراث میں مکثرین میں سے شمار کیا جاسکتا ہے۔ ان کی روایات کی مجموعی تعداد تقریبا دو ہزار بنتی ہے۔

اسی سلسلے میں ابان بن تغلب (م 141ھ) ایک نہایت ممتاز علمی و سماجی مقام کے حامل تھے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ نے انہیں حکم دیا: "اجلس في مسجد المدينة و أفتِ الناس، فإني أحب أن يُرى في شيعتي مثلك"[29] یعنی: "تم مدینہ کی مسجد میں بیٹھو اور لوگوں کو فتویٰ دو، کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے شیعوں میں تم جیسے افراد نظر آئیں۔" ان کی علمی عظمت کا اندازہ دیگر روایات — جیسے ابن قولویہ کی گزارش — سے بھی ہوتا ہے، جہاں امام جعفر صادق نے انہیں شیعہ کے اکابرین میں شمار کیا ہے۔[30] روایات کے مطابق، ابان بن تغلب نہ صرف شیعوں بلکہ غیر شیعہ افراد کے لیے بھی مرجع تھے۔[31] *الکافی* میں ایک روایت ان کے اس امر پر احاطہ کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے اہلِ سنت فقہاء کی آراء سے بھی واقف تھے۔[32] شیخ طوسی (م 460ھ) نے انہیں "قاری فقیہ" کے لقب سے یاد کیا ہے،[33] جبکہ احمد بن علی نجاشی کے مطابق انہوں نے امام جعفر صادق سے تیس ہزار احادیث روایت کیں۔[34] اگرچہ موجودہ میراث میں ان کی روایات کی تعداد مذکورہ تعداد سے تناسب نہیں رکھتی۔

بہر حال، ابان بن تغلب جیسے افراد کے اہل سنت کی علمی محافل میں حضور کے شواہد خود اہل سنت کے علمی مصادر میں موجود ہیں۔ چنانچہ حدیثی و تاریخی کتب میں بطور ایک راوی ان کی روایات کا ذکر ہے۔[35] جبکہ بالعموم اہل سنت کے ماہرین جرح و تعدیل منجملہ ابن سعد، امام احمد بن حنبل، ابو حاتم، یحییٰ بن معین، امام نسائی، محمد بن عجلان اور ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔[36] اسی طرح ابان کا تعارف شعبہ بن حجاج اور سفیان بن عیینہ جیسی اہل سنت کی معروف حدیثی شخصیات کے استاد کے طور پر کروایا گیا ہے۔[37]

اسی طرح اصحاب ائمہ معصومینؑ کی طرف سے محافل حدیث کے انعقاد کا ایک اور شاہد یہ ہے کہ اہل قم کے شیخ الحدیث احمد بن محمد بن عیسیٰ کہتے ہیں: "میں حدیث کی تلاش میں کوفہ گیا۔ وہاں میری ملاقات حسن بن علی الوشّاء سے ہوئی۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ میرے لیے علاء بن رَزِین القلّاء اور ابان بن عثمان الاحمر کی کتابیں نکالیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ کتابیں میرے سامنے پیش کر دیں۔ میں نے کہا" 'میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ان کتابوں کی روایت کی اجازت (اجازتِ روایت) دے دیں۔" انہوں نے فرمایا: تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے؟ جاؤ، انہیں خود لکھ لو اور پھر بعد میں سماع (براہِ راست سن کر روایت حاصل کرنا) بھی کر لینا۔" میں نے

عرض کیا: "مجھے زمانے کے حوادث اور ناگہانی آفات کا اطمینان نہیں ہے (یعنی اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے اور یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے)۔" اس پر انہوں نے فرمایا: "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایک دن اس حدیث کی ایسی طلب اور قدر و قیمت ہو جائے گی تو میں اس سے کہیں زیادہ احادیث جمع کر لیتا۔ کیونکہ میں نے اسی مسجد میں نو سو (900) ایسے شیوخ کو دیکھا ہے جن میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا: "مجھ سے جعفر بن محمدؑ نے حدیث بیان کی ہے۔"

نجاشی کہتے ہیں کہ یہ بزرگ حسن بن علی الوشّاء اس طائفۂ شیعہ کے ممتاز، معتمد اور نہایت معتبر افراد میں سے تھے۔ ان کی کئی کتابیں تھیں، جن میں: ثواب الحج، المناسک اور النوادر شامل ہیں۔[38] یہ ایک اہم تاریخی شہادت ہے، چنانچہ سعدی جہاں اُس ایک روایت کی بنیاد پر پوری تین صدیوں کو تقیہ کے حالات کے زیر اثر بتا رہا تھا، وہاں مدِّمقابل، ان روایات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے جن کے مطابق مسجدِ کوفہ میں 900 ایسے اساتذہ موجود تھے جو براہِ راست امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے تھے۔ خاکسار کی نظر میں ممکن ہے نو سو کا عدد دقیق نہ ہو، لیکن یہ اصل حدیثی فعالیت کا ایک اہم شاہد ہے۔ اس روایت سے اہل قم کے کوفہ کی طرف حدیث لینے کے لیے آنے اور کوفہ کے اندر وسیع پیمانے پر حدیثی فعالیت کا پتہ ملتا ہے اور یہ واقعہ امام رضا علیہ السلام کے دور کا ہے۔

فضل بن شاذان کہتے ہیں کہ کوفہ کی جامع مسجد میں حسن بن علی بن فضّال کی نماز کی مخصوص جگہ وہ ستون تھا جسے ساتواں ستون کہا جاتا تھا، اور جسے ستونِ ابراہیمؑ بھی کہا جاتا ہے۔ وہاں ان کی مجلس میں: ابو محمد الحجّال، علی بن اسباط، اور دیگر اہلِ علم جمع ہوا کرتے تھے۔ ابو محمد الحجّال علمِ کلام کا دعویٰ رکھتے تھے اور اپنے زمانے کے نہایت قوی مناظر اور جدلی عالم شمار ہوتے تھے۔ حسن بن علی بن فضّال اکثر میرے اور ان کے درمیان عقائد و معارف کے موضوعات پر علمی بحث چھیڑ دیتے تھے، اور جب میں سوالات کرتا تو وہ نہایت مضبوط، درست اور محکم جواب دیتے تھے۔ اسی روایت میں ہے کہ فضل بن شاذان نے کوفہ میں ہی ان سے کتابِ ابنِ بکیر اور دیگر احادیث سماعت کیں۔ بقول فضل بن شاذان کے ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی کتاب خود اٹھا کر میرے حجرے تک لاتے اور مجھے پڑھ کر سناتے تھے۔[39] یہ روایت شیعہ کے علمی حلقوں کی اعلانیہ فعالیت پر ایک واضح دلیل ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کلامی سرگرمیاں مسجد میں ہو سکتی ہیں تو حدیثی سرگرمیوں کے لیے تقیہ کیونکر لازم ہو گا؟

اسی طرح کچھ منفی شواہد بھی ہیں جو دلالت تضمنی کے ساتھ یعنی ضمنی طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ باقی اصحاب ائمہ معصومینؑ ایسے نہیں تھے۔ چنانچہ محمد بن سنان کی جرح میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ احادیث کو بغیر مشایخ سے سماع کیے، یعنی بالمشافہہ لیے بغیر ہی اخذ کرتے تھے۔[40] یہ جرح خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ باقی مشائخ میں یہ رسم عام نہ تھی اور انہوں نے احادیث کو باقاعدہ سماع کے طریقے سے لیا ہے۔ اب اتنے واضح شواہد

کے ہوتے ہوئے، کوئی مدعی علم وآگہی، اگر یہ دعویٰ کرے کہ شیعہ کے ہاں سرے سے حدیثی وتدریسی حلقے اور مجالس ہی موجود نہ تھیں، تو یہ دعویٰ کس طرح قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟

5: نتیجہ گیری

مذکورہ بالا دلائل اس بات کے گواہ ہیں کہ تقیہ کو شیعہ حدیثی سرگرمیوں میں ایک مانع کے طور پر پیش کرنے کے حوالے سے پیش کردہ دلائل کس قدر کمزور ہیں۔ سعدی نے تقیہ کے اثر انداز ہونے کے حوالے سے سید خوئی کے کلام اور جس ایک روایت کو بطور دلیل پیش کیا ہے، وہ متعدد وجوہات کی بنیاد پر قابل استناد نہیں ہیں۔ وہ نہ صرف سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیے گئے ہیں، بلکہ مدعا اور شواہد میں مطابقت کا نہ ہونا، اخص از مدعا ہونا، اور متضاد شواہد کا وجود اس دعوے کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

شواہد اس حقیقت کے عکاس ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عصر کے بعد ائمہ اہل البیت علیہم السلام نے رسول اللہ ﷺ کی میراث کی حفاظت میں اپنا کردار مؤثر طریقے سے نبھایا۔ شیعہ امامیہ نے اپنے ائمہ معصومینؑ کی سرپرستی میں اس کردار کو قبول کیا اور احادیث اہل البیت علیہم السلام کو شفاہی اور تحریری شکل دی۔ اگرچہ انہیں بعض اوقات تقیہ کے حالات کا سامنا رہا ہے۔ تاہم حدیثی سرگرمیوں پر تقیہ کی اثر اندازی انتہائی محدود اور قلیل مدتی اور صرف چند افراد کی حد تک تھی۔ اکثر فقہاء اور اصحاب ائمہ معصومینؑ نے حدیثی سرگرمیوں کو اپنے دائرہ اختیار کے مطابق انجام دیا۔ ائمہ معصومینؑ نے تنقیدِ حدیث میں بھی کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے امام علیؑ نے ناقلین حدیث پر تنقید کرتے ہوئے انہیں چار اقسام میں تقسیم کیا۔ جبکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے سے تنقید حدیث کے باقاعدہ معیارات سامنے آنا شروع ہوگئے۔ اور عملی طور پر امام رضا علیہ السلام نے بعض احادیث میں تردید کی۔ اس کے علاوہ، ماثور علم رجال بھی شیعہ کی حدیثی فعالیت کا واضح ثبوت ہے۔ سمیع اللہ سعدی نے ان تمام شواہد سے یکسر غفلت برتی ہے۔ سعدی کی طرف سے، تاریخی شواہد سے یکسر چشم پوشی اور انہیں زیر بحث لائے بغیر ایک آدھ روایت پر اتنا بڑا دعویٰ استوار کرنا، منابع کے ساتھ انتخابی برتاؤ اور ان کے غیر منصف محقق ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

*****

References

1. Dr. Muhammad Farqan Gohar, *A Critical Study of Samiullah Saadi's Views on the Formation of Hadith Heritage in the First Century Hijri*, Noor-e-Marfat, Vol. 17, Serial Issue 71, (2026): 26.

ڈاکٹر محمد فرقان گوہر، "پہلی صدی ہجری میں حدیثی ورثے کی تشکیل کے متعلق سمیع اللہ سعدی کی آراء کا تنقیدی مطالعہ"؛ سہ ماہی مجلّہ، نور معرفت، جلد 17، شمارہ 71 (2026): 26۔

https://www.nooremarfat.com/index.php/Noor-e-marfat/article/view/556

2. Madrasi Tabatabi, *Miras Maktob Shia Azsah Quron al-Hastanaan*, Mutrajam: Syed Ali Qarai/Rasool Jaferian, (Qom, Nasher Moarakh, 1386 SH), 26.

مدرسی طباطبائی، میراث مکتوب شیعہ از سہ قرن نخستمین، مترجم: سید علی قرائی/رسول جعفریان، (قم، نشر مورخ، 1386 ہجری شمسی)، 26۔

3. Madrasi Tabatabi, *Matn wa Tafsir: Imam Sadiq wa Mirath-e Au dr fiqh-e Islami*, Grough-e Mutarjeen Inekas; Online (1402 S.H).

مدرسی طباطبائی، سید حسین، متن و تفسیر: امام جعفر صادق و میراث او در فقه اسلامی، گروہ مترجمین، انعکاس، آن لائن ڈیجیٹل نسخہ، 1402 ش۔

4. Muhammad Farqan Gohar, *Naqd-e Hadith main Aiema ka ki*rdar; Qtr. Noor-e-Marfat, Serial Issue: 53, (2021): 21.

محمد فرقان، نقد حدیث میں اصحاب ائمہ کا کردار، نور معرفت، شمارہ مسلسل 53، (2021): 21۔

5. Khuai, *Muajam Rijaal al-Hadith wa Tafsil Tabqaat al-Rijaal*, Vol. 1, (Qom, Nasher Asaar Shia, 1410 AH), 22.

خوئی، معجم رجال الحدیث وتفصیل طبقات الرجال، ج1، (قم، مرکز نشر آثار شیعہ، 1410ق)، 22۔

6. Abu Jafar Muhammad bin Yaqub bin Ishaq, Al-Qalini al-Razi, *Al-Kafi*, Tehqeeq: Ghafari Ali Akbar Waakhandi, Muhammad, Chaap IV, Vol. 1, (Tehran, Entasharaat Daral-Kutab Islamia, 1407 AH), 53.

ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق، کلینی الرازی، الکافی، تحقیق: غفاری علی اکبر وآخوندی، محمد، طبع چہارم، ج1، (تہران، انتشارات دار الکتب الاسلامیۃ، 1407ق)، 53۔

7. Samiullah, Saadi, *The Hadith Collection of Sunnis and Shiites, A Comparative Study)*, Monthly Al-Shariah, June, (2019): 13.

سمیع اللہ، سعدی، اہل سنت اور اہل تشیع کا حدیثی ذخیرہ، ایک مطالعہ، ماہنامہ الشریعہ، (جون 2019): 13۔

8. Ibid, 23.

ایضاً، 23۔

9. Abu-al-Qasim, Khuai, *Muajam Rijaal al-Hadith*, 23.

ابوالقاسم، خوئی، معجم رجال الحدیث، 23۔

10. Ali Raza, Jalali, *Naqad Barosi Rawabat Fikri-Tahrkhi Akwan al-Safa wa Ismailia*, Poros Hamshamah Tarikh Tamadan Islami, (1339 SH): 135-157.

علی رضا، جلالی، نقد و بررسی روابط فکری-تاریخی اخوان الصفا و اسماعیلیہ، پژوہشنامہ تاریخ تمدن اسلامی، (1399 شمسی): 135-157۔

11. Umar Musa, Muhammad Al-Sani, *Al-Madrisaat al-Hadithiat fi Mikah wa Madina wa Asarha fi Hadith wa Alomah Mn Nishaathahati al-Quran Al-Sani Hijri*, Vol. 2, (Riaz Daral – Mihnaaj, 1426 AH), 538.

عمر موسی، محمد الثانی، المدرسۃ الحدیثیۃ فی مکۃ والمدینۃ وإثرہا فی الحدیث وعلومہ من نشأتہا حتی القرن الثانی الہجری، ج2، (ریاض، دار المنہاج، 1426 ہجری)، 538۔

12. Abubaker Aḥmad bin Al-Hussain bin Ali bin Musa, *Al-Behqi, Al-Khasro Jardi al-Khursani, Al-MadKhal Ila al-Sanan al-Kubra*, Tehqeeq: Muhammad Zia al-Rehman al-Uzmaha, (Al-Kowat, Daral Khulfah lilKitaab al-Islami, nd.) 158.

ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسی، البیہقی، الخُسرَوجِردی الخراسانی، المدخل الی السنن الکبری، محقق: محمد ضیاء الرحمٰن الأعظمی، (الکویت، دار الخلفاء للکتاب الإسلامی، سن ندارد)، 158۔

13. Ahmad bin Muhammad, Ibn Hanmble, *Masnaad Imam Ahmad*, Vol. 2, (Beirut, Daral-Saadar, nd.), 258.

احمد بن محمد، ابن حنبل، مسند الإمام احمد، ج2، (بیروت، دار صادر، سن ندارد)، 258۔

14 .Muhammad Ali, Mehdwi Raad, *Sahabah wa Kitabat Hadith*, Fasalnamah Alum Hadith, Issue. 3 (1376 SH): 10.

محمد علی، مہدوی راد، صحابہ وکتابت حدیث، فصلنامہ علوم حدیث، شمارہ3، (1376): 10۔

15. Shamas al-Deen Abu Abdulah Muḥammad, Zhahabī, *Seer Ahlaam al-Nabah*, Tehqeeq: Gorai az Muqiqaan zehr Nazer Shuaib Ahranahwat, Chaap III, Vol. 3, (nc. Tabah Mowsah Risalat, 1985), 235.

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد، ذہبی، سیر اعلام النبلاء، تحقیق: گروہی از محققان زیر نظر شعیب ارناووط، چ سوم، ج3، (شہر ندارد، طبع موسسہ رسالت، 1985م)، 235۔

16. Muhammad Mustafa, Azmi, *Darasat fi Hadith al-Nabawi wa Tarikh Tadwinah*, (Beirut, Al-Mahab Al-Islami, 1992), 113-114.

محمد مصطفیٰ، اعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ، (بیروت، مکتب اسلامی، 1992)، 113-114۔

17. Shamas al-Deen Abu Abdulah Muḥammad, Zhahabī, *Seer Ahlaam al-Nabah*, Vol. 3, 235.

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد، ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج3، 235۔

18. Qalini, *Al-Kafi*, Vol. 5, 318.

کلینی، الکافی، ج5، 318۔

19. Kashi, Abu Umaro, Muhammad bin Umar bin Abdul Ahziz, *Rijaal Kashi,(Ikhtiaar Marif al-Rijaal Balaqliyaat Mehqeq Mir Damaad Aster Abadi)*, Tehqeeq: Mehdi Rajai, Vol. 2, (Qom, Mowsaat Ale-Bayait al-Ahya al-Tisraat, 1363 SH), 673.

کشی، ابو عمرو، محمد بن عمر بن عبد العزیز، *رجال کشی، (اختیار معرفۃ الرجال با تعلیقات محقق میر داماد استرابادی)*، تحقیق: مہدی رجائی، طبع اول، ج2، (قم، مؤسسہ اہل البیت لاحیاء التراث، 1363ش)، 673۔

20. Abu al-Hassan, Ahmad bin Ali, Nijashi, *Rijaal al-Nijashi, Firsat Ismah Masfi al-Shia*, Tehqeeq: Shabir Zanjani Musa, (Qom, Dafter Entasharaat Islami Wabastah bah Jamia Muderseen Hoza Ilmia, 1407 AH), 326.

ابو الحسن، احمد بن علی، نجاشی، *رجال النجاشی - فہرست اسماء مصنفی الشیعۃ*، تحقیق: شبیری زنجانی موسی، (قم، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، 1407ق)، 326۔

21. Abu Jafer Muhammad bn Hassan, Tusi, *Al-Hudah fi Ahsool al-Fiqah*, Tehqeeq: Ensari Qomi Muhammad Raza, Vol. 1, (Qom, Nasher: Muhammad Taqi Alaqbandiyan, 1417 AH), 154.

ابو جعفر محمد بن حسن، طوسی، *العُدۃ فی اصول الفقہ*، تحقیق: انصاری قمی محمد رضا، ج1، (قم، ناشر: محمد تقی علاقبندیان، 1417ق)، 154۔

22. Muhammad Farqan Gohar/Nehmat Allah Safri Faroshani, *The Historical-Political Background of the Hadiths Narrated against the Qadariyyah up to 4th Century;* Qtr. Noor-e-Marfat, Serial Issue: 70, (2025): 56-84.

محمد فرقان گوہر/نعمت اللہ صفری فروشانی، چوتھی صدی ہجری تک قدریہ کے خلاف بیان شدہ احادیث کا تاریخی-سیاسی پسِ منظر، نور معرفت تحقیقی مجلّہ، جلد16، شمارہ70، (2025): صفحہ 56-84۔

23. Qalini, *Al-Kafi*, Vol. 1, 62-63; Syed Razi, *Nehjal Balagha*, Tehqeeq: Atardi, Aziz allah, (Qom, Mowsaah Nehjal Balagha, 1414 AH), Kutbah: 201, Page 244.

کلینی، الکافی، ج1، 62-63؛ سید رضی، *نہج البلاغہ*، تحقیق: عطاردی، عزیزاللہ، (قم، مؤسسہ نہج البلاغہ، 1414)، خطبہ 201، ص244۔

24. Muhammad Farqan; *Naqd hadees mein ashaab-e-aimma ka kirdar*; Qtr. Noor-e-Marfat, Serial Issue: 53, (2021): 21-43.

محمد فرقان، نقد حدیث میں اصحاب ائمہ کا کردار، نور معرفت، جلد ندارد، شمارہ53، (2021): صفحہ 21-43۔

25. https://wiki.ahlolbait.com/رجال_کشی_(کتاب)

26. Qalini, *Al-Kafi*, 52.

کلینی، الکافی، 52۔

27. Kashi, Rijaal Kashi, Vol. 2, 673.

کشی، رجال کشی، ج2، 673۔

28. Ibid, Vol. 1, 372.

ایضاً، ج1، 372۔

29. Nijashi, *Rijaal al-Nijashi*, *Firsat Ismah Masfi al-Shia*, 10; Abu jafer Muhammad bin Hassan, Tusi, *Firasat*, Muhaqiq: Masiha: Syed Muhammd Sadiq Ale Behral Alom, (Najaf, Maktbah Murtazia, nd.), 44.

نجاشی، رجال النجاشی - فہرست اِسماء مصنفی الشیعۃ، 10؛ ابو جعفر محمد بن حسن، طوسی، الفہرست، محقق/ مصحح: سید محمد صادق آل بحر العلوم، (نجف، مکتبہ مرتضویہ، سن ندارد)، 44۔

30. Ibn-e-Qowlia, Abul-Qasim Jafer bin Muhammad, Kamil al-Ziaraat, Tehqeeq Amini, Abdul-Hussain, (Najaf Ashrif, Daral Murtazahia, 1356 SH), 331.

ابن قولویہ، ابو القاسم جعفر بن محمد، کامل الزیارات، تحقیق امینی، عبد الحسین، (نجف اشرف، دار المرتضویہ، 1356ش)، 331۔

31. Kashi, *Rijaal Kashi*, Vol. 2, 622; Abu Jafer, Ahmad bin Muhammad bin Khalid, Barqi al-Mahsan, Tabah II, Vol. 1, (Qom, Daral Kutab Islamiat, 1371 SH), 33; ;Qalini, Al-Kafi, Vol. 2, 520.

کشی، رجال کشی، ج2، 622؛ ابو جعفر، احمد بن محمد بن خالد، برقی، المحاسن، طبع دوم، ج1، (قم، دار الکتب الاِسلامیۃ، 1371ہق)، 33؛ کلینی، الکافی، ج2، 520۔

32. Qalini, *Al-Kafi*, Vol. 1, Sh. 8, 70.

کلینی، الکافی، ج1، ش8، 70۔

33. Tusi, al-*Firasat*, 45.

طوسی، الفہرست، 45۔

34. Nijashi, *Rijaal al-Nijashi*, 12.

نجاشی، رجال النجاشی، 12۔

35. Ibn Hanble, Ahmad, *Fazail Al-Sahabah*, Tehqeek, Abbas, Wasi Allah bin Muhammad, Vol. 1, (Qaira, *Dar-e-Ibn al-Jozi*, 1430 AH), 427; Abu Jafar Muhammad bin Jareer, Tabri, *Tarikh al-umm wa al-malook*, Tehqeek: Muhammad Abu al-Fazal Ibrahim, Chap II, Vol. 11, (Beirut, Daral Tasraat, 1387 SH/1967), 642; Ibne Aseer Jarre, Azaldeen Ali bin

Muhammad, *Asad al-Ghabat fi Marfat al-Sahabah*, Vol. 4, (Beirut, Daral Fiker, 1409 AH/1989), 474.

ابن حنبل، احمد، *فضائل الصحابہ*، تحقیق: عباس، وصی اللہ بن محمد، ج1، (قاہرہ، دار ابن الجوزی، 1430ق)، 427؛ ابو جعفر محمد بن جریر، طبری، *تاریخ الامم والملوک*، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، اشاعت دوم، ج11، (بیروت، دار التراث، 1967/1387)، 642؛ ابن اثیر جزری، عز الدین علی بن محمد، *اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ*، ج4، (بیروت، دار الفکر، 1989/1409)، 474۔

36. Ibn Hanble, Ahmad, *Fazail Al-Sahabah*, Ahshia Mohaqaq, Vol.1, 427.

ابن حنبل، *فضائل الصحابہ*، حاشیہ محقق، ج1، 427۔

37 . Ibne Habib, Muhammad al-Majar, Mohaqaq: Shastiteer, Ailza Likhtan, (Beirut, Daral Afaaq al-Jadeeda, 1985), 476.

ابن حبیب، محمد المحبر، محقق: شتیتر، ایلزہ لیختن، (بیروت، دار الآفاق الجدیدۃ، 1985)، 476۔

38. Nijashi, *Rijaal al-Nijashi*, 39-40.

نجاشی، *رجال النجاشی*، 39-40۔

39. Ibid, 34-35.

ایضاً، 34-35۔

40. Ibid, Vol. 2, 786.

ایضاً، ج2، 786۔